سوال

(224) کیا اس طرح اپنی بیٹی کے بدلے روپیہ لینا جائز ہے

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

زید کی لڑکی کو جب کہیں سے شادی کا پیغام آتا ہے۔ تو زید اپنے داماد سے کہتا ہے۔ کہ مجھے اس قدر روپیہ علاوہ مہر دو۔ اور تم دونوں جانب خرچ برداشت کر کے شادی کر لو۔ تو کیا اس طرح اپنی بیٹی کے بدلے روپیہ لینا جائز ہے۔ اور اگر ان روپوں کو لڑکی کا باپ مہر کے نام سے شادی سے پہلے لے کر اپنے یا اپنی لڑکی کے اخراجات میں لا دے تو کیا یہ صورت جائز ہے۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

لڑکی کو جو بوقت نکاح ملے۔ وہ دراصل لڑکی کا مال ہے۔ لڑکی کی طرف سے اس کا باپ وصول کرے۔ اور اس کی ولایت خود استعمال کرے۔ تو جائز ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ انت ومالک لابیک (اہلحدیث 5 ذی الحجہ 1349 ہجری)

شرفیہ

(انت ومالک لابیک) ''تو اور تیرا مال سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔'' صحیح ہے مگر باوجود وسعت کے طریق مذکور زلیل حرکت اور خست ہے اس لئے کہ طریق مذکور حدیث مرفوع یا خلفائے راشدین وغیرہ صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں۔ ہاں اگر وسعت نہیں افلاس ہے۔ تو ضروری امور کے لئے کچھ لے سکتا ہے۔ وہ امور بھی خلاف شرع نہ ہوں۔ جیسے ضروری لباس متوسط یا ضروری خوردونوش وغیرہ۔ (ابو سعید شرف الدین دہلوی)

جواب تعاقب

جناب ایڈیٹر صاحب السلام وعلیکم سطور مندرجہ زیل کو اخبار اہلحدیث کے کسی گوشہ میں جگہ دے کر ممنون فرمایئے۔

اہلحدیث 25 رجب میں ایک مضمون مولوی احسان اللہ صاحب کا نظر سے گزرا جس میں فاضل مضمون نگار نے مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل ایڈیٹر اہل حدیث پر تعاقب کیا۔ اصل مسئلہ یہ تھا کہ لڑکی کا باپ اگر بوجہ مفلسی کے اخراجات عقد کی غرض سے لڑکے والے سے لے تو جائز ہے۔ یا نہیں؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جواب دیا تھا کہ جائز ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مہر لے لیا تھا۔ اس پر مولوی احسان علی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے مہر دلوایا تھا۔ خواص اپنے یا شادی کے اخراجات کے لئے کچھ نہیں لیا تھا۔ نہ اس کا کہیں ثبوت ہے لہذا معلوم ہوا کہ اس وقت آپ کا (یعنی مولوی ثناء اللہ صاحب کا) جواب موافق سوال کے نہیں بالکل غلط ہے۔ بلکہ یہ جواب سوال کے مطابق ہے۔ اس وجہ سے کہ سوال تو صرف یہ ہے۔ کہ صورت مسؤلہ میں اخذ جائز ہے کہ نہیں۔ جواب بالاختصار یہ ہے کہ جائز ہے۔ اس جواب کا سوال کے مطابق ہونا اجلی بدہیات سے ہے۔ محتاج دلیل تو کجا محتاج تنبیہ بھی نہیں۔ ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو دلیل پش کی ہے۔ وہ البتہ مثبت مطلوب نہیں۔ کیونکہ سوال اس مال کی نسبت ہے۔ جو مہر کے علاوہ ہے۔ اور حدیث سے اخذ مہر ثابت ہے۔

اب رہی یہ بحث کہ دراصل جواب صحیح ہے یا نہیں۔ میرے نزدیک جواب بہت صحیح ہے۔ معترض کا یہ کہنا کہ شادی کے اخراجات یا خاص اپنے خرچ کے لئے لینے کا کوئی ثبوت نہیں یہ معترض کے تساہل وتسامع کا بین ثبوت ہے۔ وہی ابوداؤد شریف کا ص 306 جہاں سے معترض نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما امراة نکحتعلی صداق اوحباء وعدة قبل عصمة النکاح فھولھما وما کان بعد عصمة انکاح فھولمن اعطیه احق ما اکرم علیه الرجل ابنته اواخته قال الشارح رحمه الله وقال فل السبل الحباء والعطیة للغیر اوللخزوج زائد علی مھرھا

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوگیا۔ کہ باپ کو عطیہ لینا جائز ہے۔ گو یہ بھی معلوم ہوا کہ باپ اس کا مالک نہیں ہوسکتا۔ بلکہ وہ لڑکی ملک ہے مگر یہ مجیب کے واسطے مضر نہیں کیونکہ سوال لینے کا ہے تملک کا نہیں علاوہ ازیں بحکم

انت ومالك لابیك ونیز بحکم واحق ما اکرم علیه الرجل لبنته اواخته

باپ کو اپنے ضروریات میں بھی صرف کرنا جائز ہے۔ معترض نے لکھا ہے کہ جب شارعؑ نے لڑکی والے پر کوئی حرج نہیں رکھا۔ تو پھر اخراجات کے لئے نقدی لینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔؟ میں کہتا ہوں شارع کا خرچ نہ مقرر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ خرچ کے لئے لینا ہی جائز نہیں ہے۔ اخراجات شادی تین قسم کے ہیں۔ ماموره وممنوعه ومباح قسم اول کے اخراجات کے واسطے لینا متحقق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لڑکی والے حسب ادائے معترض اس خرچ سے بری ہیں۔ دوسری قسم کے اخراجات کے واسطے لینا ممنوع ہوگا۔ کیونکہ ممنوع کام لے لئے لینا اور دینا ناجائز ہے۔ تیسرے قسم کے اخراجات کے لئے مباح ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ نہ شارع نے کہیں اس کی ممانعت کے معترض لکھتے ہیں۔

مالیس منه فھورد کے مصداق ہے۔ میں کہتا ہو کہ یہ اس وقت میں مالیس منه فھورد کا مصداق ہوگا۔ جب کہ اس امر کو شرعی کہا جاوے۔ اور اس کے فعل میں کسی قسم کی ثواب کی امید رکھی جاوے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ ثنائیہ امرتسری

جلد 2 ص 178

محدث فتویٰ